© rasailojaraid.com

نہ تو قیامِ پاکستان کے بعد ہندوستانی مسلمانوں کے تحفظ میں کامیابی ہوئی، نہ عظیم انسانی بلاک کے قیام کا خواب شرمندۂ تعبیر ہوا اور نہ اندرونِ ملک اسلامی زندگی کے نظم و قیام کی آرزو ہوئی۔ حیدرآباد دکن کی عظیم ریاست ختم ہوگئی اور مسلم اکثریت کی ریاست کشمیر کا مسئلہ ایسا الجھا کہ معلوم ہوتا ہے اس کے حل کا سرِ رشتہ ہی ہمارے ہاتھ سے نکل گیا۔

اب صورتِ حال یہ ہے :

۱۔ اسلامی تہذیب و تمدن کا فروغ تو درکنار اس کا سراغ لگانے کے لیے بھی تحقیق کرنی پڑے گی۔

۲۔ اُردو زبان کو ہم نے خود نہایت خوشی سے مغربی پاکستان کی حدود تک محدود کرلیا اور مغربی پاکستان میں بھی اس کی حیثیت حقیقت سے زیادہ مفروضے کی ہے۔

۳۔ محض اسلام کی بنیاد پر مشرقی پاکستان کو بھی ہم اپنے ساتھ رکھنے میں ناکام ہوگئے۔ اور ماتم صرف یہی نہیں کہ ہم پاکستان کو اس کی حقیقی حدود میں قائم کرنے میں ناکام ہوگئے تھے بلکہ رونا یہ ہے کہ جو کچھ ملا تھا اس کی حفاظت بھی نہیں کرسکے۔

۴۔ اس حقیقت کو کوئی کیوں کر جھٹلا سکتا ہے کہ اسلام پاکستان کے بقیہ چاروں صوبوں میں قدرِ مشترک ہونے کے باوجود ان کے اتحاد و یکجہتی کے لیے واحد بنیاد نہیں ہے اور تجربے کے بعد معلوم ہوگیا کہ سیاسی، معاشی، لسانی، تہذیبی عوامل اس سے زیادہ مؤثر حیثیت رکھتے ہیں۔

۵۔ اور ان تمام باتوں کے علاوہ ایک خاص بات یہ ہے کہ چند افراد کو اپنے سوا اسلامی نظام کے قیام کے لیے جذبات میں بھی کوئی مخلص نظر نہیں آتا۔

۶۔ ہندوستان میں مسلمانوں کی حالت روز بروز بد سے بدتر ہوتی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جاری ہے۔

اگر گزشتہ چالیس سال تاریخ کا مطالعہ مولانا سندھی مرحوم کے افکار کی روشنی میں کھلے ذہن کے ساتھ کیا جائے تو نہ صرف ہمارے کئی ذہنی خلفشار دُور ہو سکتے ہیں بلکہ ملک میں ایک متوازن سیاسی نظام، معاشی انصاف اور مسلمانوں کی معاشرتی اور تہذیبی زندگی کی اصلاح و استحکام کے لیے ایک صحیح نقطۂ نظر اور راہِ عمل اختیار کرنے میں بھی مدد مل سکتی ہے۔

(مُسلسل)

افادات و ملفوظاتِ

مولانا عبیداللہ سندھیؒ

مُرتبہ

پروفیسر محمد سرور

قیمت

اٹھارہ روپے

ملنے کا پتہ

سندھ ساگر اکادمی لاہور چوک مینار انارکلی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عباد اللہ فاروقی

حضرت شیخ جمال الدینؒ

المعروف بہ

شیخ بہلول دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ جمال الدین معروف بہ شیخ بہلول دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم کے جدّ مادری سلسلے سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کا وطن دہلی تھا اور عہد اکبری کے مشاہیر علماء اور اصحاب سلوک و طریقت میں سے تھے۔ سلوک و طریقت کی تکمیل حضرت شیخ محمد داؤد جہنی والؒ کی خدمت میں کی اور علوم معقول و منقول میں سیّد رفیع الدین سلامی الشیرازی کے شاگرد تھے۔

سیّد رفیع الدین نویں صدی کے اعاظم محدثین اور کاملانِ روزگار سے ہیں اور بہ یک واسطہ ان کا سلسلۂ تلمذ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ تک پہنچتا ہے۔ وہ حافظ شمس الدین سخاوی کے شاگرد ہیں، حافظ سخاوی حافظ عسقلانی کے۔

معقولات کی تحصیل خود علامہ جلال الدین دوانی سے کی تھی۔ اخبار الاخیار میں لکھا ہے کہ ان کا خاندان شیراز میں اس درجہ محترم تھا کہ علامہ دوانی خود ان کے مکان پر آ کے درس دیا کرتے تھے۔ حافظ سخاوی نے ملاقات سے پہلے پچاس کتابوں کی تحریری اسناد بھیج دی تھیں، اور لکھا تھا کہ آپ جیسے صاحب کمال کے لیے درس و تلقین ضروری نہیں۔ لیکن

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان کے شوقِ علم نے اس پر قناعت نہ کی، خود قاہرہ پہنچے اور عرصہ تک حافظ موصوف کی خدمت میں رہے۔ حافظ سخاوی نے ضوء اللامع فی اعیان القرن التاسع میں ان کا مفصل ترجمہ لکھا ہے۔ اور اخبار الاخیار، منتخب التواریخ اور روضۃ العلماء وغیرہ میں بھی حالات ملتے ہیں۔

سلطان سکندر لودھی کے زمانے میں ہندوستان آئے اور اس کی عقیدت وارادت اس طرح عالمگیر ہوئی کہ یہیں مقیم ہو گئے۔ سلطان سکندر لودھی سے لے کر سلیم تک تمام شاہانِ ہند ان کے خدمت گزار رہے۔ بڑے بڑے علمائے وقت نے فنِ حدیث میں ان کی شاگردی کی۔ شاہ عبدالحق کے عہد سے پہلے ان اطراف میں فنِ حدیث کے درس و تدریس کا جس قدر چرچا ہوا وہ انہیں کے قیام ہند کا فیضان ہے۔ ہمایوں کو جب شیرشاہ سے شکست ہوئی تو سید صاحب کے مکان پر جا کر طالب دعا ہوا۔ تذکرۃ الواقعات میں ہے کہ ہمایوں کو ایران جانے کا مشورہ سید صاحب ہی نے دیا تھا۔ سالِ وفات ۹۵۴ھ ہے اس طرح گویا مولانا جمال الدین بہ دو واسطہ حافظ عسقلانیؒ کے شاگرد تھے۔

حضرت مولانا جمال الدین کے شیخ طریقت حضرت داؤد جہنی والؒ تھے ان کی نسبت مولانا آزاد لکھتے ہیں کہ شیرشاہی و سلیم شاہی عہد کے اکابر اولیاء اللہ میں سے ایک بزرگ شیخ داؤد جہنی والؒ تھے۔ ان کے آباء کرام عرب سے ہندوستان آئے اور ملتان میں قیام کیا۔ ان کی ولادت وہیں ہوئی۔ لیکن ایک عرصے کے بعد مجاہدات و ریاضات کے بعد جب ہدایت و ارشادات خلق اللہ کی طرف متوجہ ہوئی تو موضع جہنی علاقہ لاہور میں گوشہ نشینی اختیار کرلی۔ اور اپنی پاک نفسی اور قوتِ ربانی کے جاذبہ سے ہزاروں لاکھوں طالبانِ حق کے دلوں کو تسخیر کرلیا۔ یہ اس عہد پُرفتن و فساد کے ان بزرگانِ حق میں سے ہیں جو مدت العمر اپنی بوریا نے فقر پر قانع رہے اور دُنیائے فانی کی دلفریبیاں کبھی ان کی جمعیت خاطر کو پراگندہ نہ کرسکیں۔ منتخب التواریخ، اخبار الاخیار، تذکرۃ الواصلین طبقاتِ کبریٰ اور روضۃ العلماء وغیرہ میں ان کے مفصل حالات درج ہیں اور سب ایک زبان ہو کر لکھتے ہیں کہ اعلانِ حق اور امر بالمعروف میں وہ بے تحاشا بے نیام تھے اور کسی حال

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں اپنے تئیں وعظ و نصیحت اور تذکیر و ارشادِ حق سے الگ نہیں رکھتے تھے۔ وہ عالمانِ بے عمل اور صوفیانِ ریاکار سے سخت بیزار تھے۔ اکثر کہا کرتے تھے کہ جن علماء نے بادشاہوں اور امیروں کو اپنا قبلۂ حاجات بنایا ہے اُن سے وہ مکھی ہزار درجہ بہتر ہے جو نجاست پر بیٹھتی ہے۔ پھر یہ رباعی پڑھتے :

آں کس کہ زغوغا نہ دہد دانے برد
بر خلق جہاں دل بدہد وائے برد
در دست فقیر نیست نقد جز وقت
آں نیز اگر از دست دہد وائے برد

مولانا ابوالکلام آزاد تذکرۃ الواصلین کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ مولانا جمال الدینؒ علم و طریقت اور ظاہر و باطن کے جامع تھے۔ تمام علوم و فنون کے درس و تدریس میں استاد تسلیم کیے گئے۔ علی الخصوص علم حدیث کے درس و اشاعت میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے۔ دہلی میں صرف وہی ایک بزرگ تھے جن کے ہاں محدثین کے طرز پر کتب صحاح کی تعلیم ہوتی تھی۔ طلبہ دوسری جگہوں سے فراغت حاصل کرکے ان کی خدمت میں پہنچتے اور علم حدیث میں استفادہ کرتے۔ شیخ رفیع الدین سلامی لودھیوں کے زمانہ میں ہندوستان میں آئے اور علامہ دوانی کی مصنفات کے ساتھ علم حدیث کا ذوق بھی اپنے ساتھ لائے تھے۔ ایسے کے شاگرد مولانا جمال الدین بھی تھے۔ ان بزرگوں نے علم کا ذوق علمائے ہند میں پیدا کیا۔ مولانا جمال الدین کے آخری عہد میں شیخ عبدالحق حجاز سے واپس آئے۔ ان کی تدریس و تصنیف نے ایک پورا سلسلۂ تعلیم ملک میں قائم کر دیا۔

ملا بدایونی منتخب التواریخ میں مولانا جمال الدین کا ذکر اس طرح کرتے ہیں :

"علم حدیث را خوب ورزیدہ در صحبتِ اہل فقر و فنا رسیدہ مدت مدید است کہ لذت آں وادی دریافتہ۔ و توفیق استقامت و استدامت برآں رفیق او گشتہ با اہل دنیا کارے ندارد و با افادہ و افاضۂ طلاب علم مشغول است۔"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دوسری شہادت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی ہے کہ وہ ان کے معاصر ہیں اور ان کی زندگی ہی میں لکھ رہے ہیں:

"جامع میان علم شریعت و طریقت از اول فطرت برنشستۂ عبادت و تقوی و صلاح برآمدہ و بر عصمت ذاتی نشو و نما یافتہ۔ بعد تحصیل علم دینی بہ تہذیب اخلاق و تبدیل صفات موفق شدہ۔ الحق دریں زمان در زمرۂ علماء و فضلاء ایں چنیں مردم در سلوک ایں طرح و رسوخ قدم اتباع سنت حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نادر و عزیز الوجود اند"

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی جس دورِ علم و تعلّم کے بانی ہوئے اس کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ علم حدیث کے متعلق فارسی زبان میں کہ ملک کی عام زبان تھی تصنیف و تراجم کی بنیاد ڈالی۔ خود شاہ صاحب نے مشکوٰۃ وغیرہ ترجمہ کیا۔ پھر ان کے صاحبزادہ شیخ الاسلام نورالحق نے صحیح بخاری کا ترجمہ کیا لیکن تذکرۃ الواصلین سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سلسلہ بھی مولانا جمال الدین ہی کا شروع کردہ ہے۔ انھوں نے صحیح بخاری کی فارسی زبان میں ایک شرح لکھی تھی جو کتاب النکاح تک مکمل ہوئی تھی۔ اور اس زمانے میں نہایت ہی مشہور و متداول تھی ان کی دوسری تصنیف اصولِ بزدوی کی شرح ہے۔ صاحب تذکرۃ الواصلین نے شیخ عبدالحق کا قول نقل کیا ہے:

"واز تصنیفاتِ اوست شرح اصول بزدوی کہ امروز در تمام دیار مشہور است و در طلباء فن مقبول"

اس زمانہ میں دارالحکومت آگرہ تھا لیکن اصحاب علم کا مرکز ہمیشہ دہلی رہی خصوصاً علمائے حق جو دربار شاہی کے تعلقات کی ابتلاؤں سے پاک تھے اس گوشۂ علم کو دارالحکومت کے شور و غوغا پر ترجیح دیتے تھے۔ شیخ عبدالحقؒ فرماتے ہیں ؎

حقا از گوشۂ دہلی نہ نہم پا بیرون
خود گرفتیم کہ ملک گجراتم دادند

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لیکن جب خاندان ملا مبارک کو دربار حکومت میں عروج ہوا اور دربار شاہی کی حالت دگرگوں نظر آئی تو مولانا جمال الدین ہندوستان سے قطع تعلق کرکے، کہ معظمہ چلے گئے۔ مولانا ابوالکلام آزاد بحوالہ تذکرۃ الواصلین ترکِ وطن کی حسب ذیل وجہ لکھتے ہیں:

"جب بعض علمائے عصر نے اکبر کے امام وقت ہونے کا محضر تیار کیا اور تمام علمائے دارالحکومت نے اس پر مہریں ثبت کیں تو وہ محضر دہلی میں بھی آیا اور ان سے تصدیق و امضاء کے لیے کہا گیا لیکن انھوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ جس قدر ہو چکا کافی ہے ہم فقیروں اور گوشہ نشینوں کو کیوں تکلیف دی جاتی ہے؟ اگر ایسا ہی ہے تو تمام علمائے ہند سے استصواب کر لیا جائے۔ اس کے بعد جب علمائے مشرق نے بادشاہ کے خلاف فتویٰ دیا اور لکھا کہ اکبر شریعت سے منحرف ہو گیا ہے تو بعض علمائے دہلی کی نسبت دربارِ حکومت کو شبہ ہوا کہ علمائے مشرق سے نامہ و پیام رکھتے ہیں، انھیں میں مولانا جمال الدین بھی تھے۔ جب حالات روز بروز مخدوش ہونے لگے تو انھوں نے حج کا ارادہ کیا اپنے تلامذہ و مریدین کی ایک جماعت ساتھ لے کر مکہ معظمہ چلے گئے" (تذکرہ)

مولانا ابوالکلام آزاد نے حضرت شیخ جمال الدین کے ترکِ وطن کی ایک اور وجہ بحوالہ تذکرۃ الواصلین لکھی ہے۔ تحریر فرماتے ہیں کہ

"بعض علمائے وقت خصوصاً شیخ الاسلام مولانا عبداللہ سلطانپوری کو حضرت شیخ (احمد داؤد پیر طریقت حضرت شیخ جمال الدین) سے سخت حسد و عناد تھا۔ سبب اس کا یہ تھا کہ شیخ موصوف پر میر سید محمد جونپوری کی نسبت منکشف ہوا تھا کہ وہ کبار اولیاء اللہ اور صاحبانِ مدارج و مقاماتِ عالیہ میں سے ہیں اور ان کے احوال و مقامات

© rasailojaraid.com